حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ماں باپ مؤمن تھے

تصنیف لطیف

مفسر اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن پیر طریقت، رہبر شریعت

مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رحمۃ للعالمین ﷺ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ مومن تھے

تصنیف لطیف

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملت، مفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی دامت برکاتہم القدسیہ

()......☆......☆......☆......()

()......☆......☆......()

()......☆......()

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارفِ مصنف

چونکہ تصنیف کا گہرا اثر مصنف کے تعارف سے ہوتا ہے اسی لئے ابتداء مصنف کا تعارف از قلم حضرت مولانا محمد معراج الدین شریفی مدظلہ (انڈیا) کے قلم سے پڑھئے۔

یہ تعارف ہم نے سہ ماہی ''افکارِ رضا'' رسالہ سے لیا ہے۔

(سہ ماہی افکارِ رضا ممبئی جولائی تا دسمبر ۲۰۰۲ء)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارفِ مصنف

مفسرِ قرآن علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی
اور اُن کا ترجمہ روح البیان

از محمد سراج الدین شریفی۔۹۸، مغل پورہ سہسرام، بہار

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے شہزادۂ اکبر مولانا حامد رضا خان قادری کے خلیفہ وشاگرد اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگردِ رشید وجمیل روزان کے علمی وروحانی جانشین اور مذکورہ علمائے عظام کے واسطوں سے حضرت فاضل بریلوی سے فیض یافتہ اور اُن کے افکار ونظریات کے مبلغ ومشتہر، رئیس التحریر وملک المصنفین علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی کی شخصیت اب دنیائے سنیت میں بہت عزت و احترام سے دیکھی جاتی ہے کیونکہ اُنہوں نے تاحال اسلام وسنیت کی جو عظیم قلمی خدمات سرانجام دی ہیں وہ مثالی اور قابل تقلید نمونہ عمل ہے۔اُن کی خدمات ممتاز ہی نہیں بلکہ بے نظیر بھی ہیں۔افسوس کہ اتنی قد آور شخصیت اور روشن ستارے کی روشنی سے اوران کے شہہ پاروں سے ہندوستان کے سنی محروم رہے ہیں اور ان کے تحریری نوادرات سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں کر سکے۔جبکہ علماء وفضلاء حضرات اُن کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے اب تک ہزاروں کتب ورسائل تحریر فرمائے ہیں جن میں سے ایک ہزار سے زائد زیورِ طبع سے آراستہ بھی ہو چکے ہیں۔اس وقت وہ دنیائے

اسلام وسنیت کی قرطاس وقلم کے شہنشاہ زمانہ ہیں۔عالمی سطح پران کی جوانفرادی وممتاز پہچان بنی اس کے پیچھے ان کی دو قلمی نوادرات ہیں۔اولاً فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ تفسیر روح البیان ہے جو پندرہ مجلدات پر مشتمل اور ہر جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔واضح رہے کہ فاضل مترجم نے تفسیر مذکورہ کے ترجمہ کے ساتھ ہی قرآن عظیم کا اُردو ترجمہ بھی پیش کردیا ہے اوراس طرح تراجم قرآن کی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔

دوم حدائق بخشش کی اُردو شرح ہے جو پچیس مجلدات پر پھیلی ہوئی ہے اور ہر جلد پانچ سو صفحات سے زائد کی ہے۔ خوش قسمتی سے آج یہ دونوں قیمتی شاہکار نقوشِ کتابت کے مراحل سے گزر کر مقبولِ عام وخاص ہو چکے ہیں۔

ہمارے ممدوح علامہ اُویسی صاحب مدظلہ العالی کی نسبت ان کی قلمی وارفتگی اور انہماک اور تحریر کی برق رفتاری کے متعلق مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اکادی العالمی کراچی کے سولہویں یادگاری مجلّہ میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کے حوالے سے جو ایک مختصر نوٹ شامل کیا گیا ہے اُس کا مفہوم یہ ہے کہ اُویسی صاحب نے اس زمانہ میں سب سے زیادہ کتب ورسائل تحریر فرمائے ہیں اور ان کی خصوصیت وانفرادیت اس معنی میں بھی ہے کہ وہ لکھتے لکھتے تھکتے نہیں بلکہ مزید فرحت وانبساط محسوس کرتے ہیں۔

بلاشبہ اردو دان طبقہ کے لئے مذکورہ ترجمہ تفسیر ''روح البیان'' ایک عظیم ہی نہیں بلکہ اسلامی علم ومعلومات کا گنجینہ خزینہ ہے۔جناب مترجم نے اپنے ابتدائیہ میں جہاں ایک طرف علم تفسیر کی عظمت واہمیت پر بہت جامع روشنی ڈالی ہے تو دوسری طرف باطل نظریات پر ہی تفسیر جیسے تفسیر ابن کثیر کی نقاب کشائی اور بطلان بھی کیا ہے۔یہاں مجھے عربی کی مشہور و مقبول ترین تفسیر ''روح البیان'' کا اُردو ترجمہ بنام ''فیوض الرحمٰن'' پر بات کرنی ہے۔یہ ترجمہ سب سے پہلے پاکستان میں جزوی طور پر مکتبہ اُویسیہ رضویہ کے تحت ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا مگر ہندوستان میں اسے سب سے پہلے مکمل طور پر رضوی کتاب گھر دہلی اور کتب خانہ برکاتیہ ،ہبلی نے مشترک بنیاد پر شائع کیا ہے سال اشاعت ۱۹۹۹ء ہے۔ان دونوں ناشرین نے اسے شائع کرکے اوراسے پورے ملک میں پھیلا کرایک اہم دینی ضرورت کو پورا کیا ہے اس کے لئے دونوں ادارے عوام اہل سنت کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔مذکورہ ترجمہ سے علماء وعوام طلباء ومدرسین سبھی اپنے اپنے ظرف کے مطابق استفادہ کرسکیں گے۔اس کی زبان آسان اور عام فہم ہے اس لئے عوامی افادیت کے اعتبار سے حضرت مترجم کا ایک بہت مفید وموزوں کارنامہ ہے۔مترجم موصوف نے ترجمہ سے پہلے ابتدائیہ کے تحت سبب تالیف ترجمہ پر اپنا اظہارِ خیال اس طرح فرمایا ہے۔

ناکارہ وآوارہ ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ عرض پرواز ہے کہ فقیر اُویسی نے زمانہ طالب علمی میں اپنے اکابر اہل سنت سے تفسیر روح البیان کا بہت غلغلہ سنا تھا۔ مخالفین اہل سنت نے اسے ضعیف وغیر معتبر گردانا۔ تحصیل علوم وتکمیل فنون کے بعد ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء میں اپنے گاؤں حامد آباد ضلع رحیم یار خان میں تعلیم وتدریس میں مشغول ہوگیا۔ انہی دنوں تفسیر ابن کثیر کا اردو ترجمہ شائع ہوا۔ عوام میں یہ تاثر پیدا کر دیا گیا کہ یہ زمانہ قدیم کی معتبر تفسیر ہے حالانکہ ابن کثیر وابن تیمیہ کا شاگرد اور ان کے مذہب ومسلک کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے والا اور خارجی مسلک ومذہب کا پیروکار تھا۔ اس نے تفسیر ابن کثیر میں اہل سنت کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ یہ تفسیر (اہل سنت وجماعت) کے عقائد کے بھی خلاف ہے اور مسلک حنفیت کے بھی۔

آگے چل کر حضرت مترجم حضرت فاضل بریلوی کی نسبت اپنی عقیدت ومحبت کا نذرانہ نچھاور کرتے ہوئے اپنی نیازمندی کا ثبوت اس طرح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

”فقیر نے ترجمہ میں کسی قسم کی ترمیم یا اضافہ نہیں کیا محض اس نیت سے کہ عوام تفسیر کے مطالعہ کے بعد خود اس نتیجہ پر پہنچیں اور سمجھیں کہ گیارہویں صدی ہجری میں عقائد ومسائل یہی تھے جن کی امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت سیدنا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے چودھویں صدی ہجری میں ترجمانی کی ہے“

اس سے پہلے حضرت اُویسی صاحب تحریر فرماتے ہیں

”فقیر کا عرصہ سے ایک جامع تفسیر تحریر کرنے کا شوق دامن گیر تھا۔ ”روح البیان“ کا مطالعہ نصیب ہوا تو اس نے میرے شوق سابق کے خوابیدہ تصورات کو بیدار کیا۔ وہی کچھ ملا جو میں تفاسیر شتّٰی سے چاہتا تھا کہ لغت بھی رہے، حدیث بھی اور تفسیر بھی۔ اہل ظواہر بھی فائدہ اُٹھائیں، اہل تصوف بھی مستفید ہوں، محققین بھی اس سے استفادہ فرمائیں اور مبتدی حضرات بھی۔ جس طرح مدرسین کی نظروں میں منظور ہو اسی طرح واعظین کے مطمحِ نظر بھی ہو۔ فقیر قلیل البضاعۃ وعدیم الفرصت کی اتنی جرأت کہاں کہ تفسیر جیسے اہم اور مشکل فن کو اپنائے لیکن فضل ایزدی پر اُمید رکھ کر روح البیان کے ترجمہ کا آغاز یکم جنوری ۱۹۵۸ء میں کیا اور اختتام ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء میں ہوا۔ یعنی ۳۱ سال کی ایک لمبی مدت صرف ہوئی اسی دوران ہزاروں کتب ورسائل بھی تصنیف ہوئے“

یہ تفسیر بحمدہٖ تعالیٰ اُصول وضوابط اور قوانین تفسیر کے عین مطابق ہے اور مخالفین حضرات اسے محض اس لئے غیر گردانتے ہیں کہ صاحب روح البیان نے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اور صوفیہ کرام میں سیدنا ابن العربی اور حضرت

مولانا روم قدس سرہ کا مسلک پیش کیا ہے۔ بعینہٖ یہی ہمارا مدعا ہے اور مخالفین کے لئے موت اور سم قاتل ہے۔ تفسیر ابن کثیر نہ صرف غیر مفید ہے بلکہ اس کا مطالعہ عقائد و مسائل احناف کے لئے مضر بھی ہے اور ''تفسیر تفہیم القرآن'' تو ماڈرن دین کا نمونہ ہے اس کے مصنف نے اسلام کا رُخ مدینہ منورہ کے بجائے امریکہ اور انگلینڈ کی طرف موڑنا چاہا تھا جبکہ روح البیان کا مطالعہ عقائد اہل سنت و مسائل احناف کو جلا بخشے گا اور حضرت مولانا روم و عارف باﷲ سیدنا ابن العربی قدس سرہ کے عارفانہ کلام سے ارواح کو تازگی بخشے گا۔

واضح رہے کہ روح البیان میں بکثرت جگہ جگہ عارفانہ کلام اور صوفیانہ عربی و فارسی کے اشعار مع ترجمہ مستعمل ہیں جو مولانا روم ابن العربی، جامی، سعدی اور حافظ شیرازی وغیرہ کے کلام سے لئے گئے ہیں۔ ان اشعار کی مدد سے فہم قرآن میں بہت مدد ملتی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں آیاتِ الٰہیہ کی عالمانہ تفسیر کے علاوہ صوفیانہ تفسیر بھی ساتھ ساتھ پیش کی گئی ہے۔

مترجم ممدوح کے مطابق کتاب ''اتقان'' میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تفسیر کے لئے پندرہ علوم وفنون میں مہارتِ تامہ کی شرط لگائی ہے اور لکھا ہے کہ جو شخص ان پندرہ علوم وفنون میں سے کسی ایک میں بھی ناقص ہو تو اُسے قرآن مجید کی تفسیر کرنے کا حق نہیں۔ بعض دیگر مفسرین نے پچیس علوم وفنون کی شرط لگائی ہے۔ مذکورہ پندرہ علوم وفنون کی تفصیلات اس طرح ہیں لغت عربیہ، علم النحو، علم الصرف، علم الاشتقاق، علم المعانی، علم البیان، علم البداع، علم القرآت، قواعد شریعہ، اُصول فقہ، علم اسباب النزول، علم ناسخ و منسوخ، فقہ، علم الحدیث اور علم الموہبہ۔

افسوس کہ آج کل بعض حضرات معمولی عربی گرائمر جاننے اور اُردو کی دو چار کتابیں پڑھنے کے بعد قرآن مجید کی تفسیر کرنے لگ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے دور میں تفسیر قرآن کی کوئی قدر ہی نہیں رہی بلکہ معاملہ اُلٹا ہو گیا ہے کہ تحقیقی تفاسیر کو ضعیف اور غیر تحقیقی کو قوی سمجھا جا رہا ہے مثلاً تفسیر ابن کثیر کا اردو ترجمہ عوام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور تفہیم القرآن کے مقابلے میں تمام سابقہ تفاسیر کو ہیچ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایسے ہی سابقہ تفاسیر میں ''تفسیر کبیر'' بلند پایہ سہی مگر شرائط مذکورہ سے یکسر خالی ہے اسی لئے علمائے کرام نے فرمایا کہ تفسیر کبیر میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے یعنی امام رازی علیہ الرحمۃ نے اپنی اس مشہور تفسیر میں بہترین مضامین لکھے مگر تفسیری مضامین یکسر خالی۔ ایسے ہی ''تفسیر ابن جریر'' کو علمائے کرام نے اُم التفاسیر کا لقب دیا مگر وہ بھی شرائط مذکورہ پر پوری نہیں اُترتی۔ اسی طرح آپ مختلف تفاسیر پڑھتے جائیں گے مگر تفسیری شرائط ان میں بہت کم ملیں گی مگر عوام اہل سنت کو یقین رکھنا چاہیے کہ ''تفسیر

روح البیان'' نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے اور اُصول تفسیر کے عین مطابق ہے۔

قارئین کرام نے اب تک ''روح البیان'' اور تعارف اور اس کی عظمت و اہمیت نیز اس کی انفرادیت پر حضرت مترجم کا تبصرہ دیکھا اور پڑھا۔ اب خود حضرت مفسر یعنی صاحب روح البیان شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم سے اس کی خصوصیات ملاحظہ فرمائیں۔

''اس تفسیر میں بکثرت وجوہ تفسیر بیان کرنے کے بجائے اختصار کو ملاحظہ رکھ کر آیات کے اصل منشاء کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی البتہ مفسرین متقدمین کی معتمد و مستند تفاسیر کا خلاصہ ضرور بیان کیا جائیگا۔ اس سے میری تفسیر کو مقبولیت حاصل ہوگی ہر آیت کے ساتھ مناسب پند و نصائح ضرور بیان کروں گا تا کہ ان سے قلوب کو جلا اور ارواح کو سرور حاصل ہو۔ موقع کے مطابق عربی فارسی کے اشعار بھی لکھوں گا تا کہ اہل دل ان سے روحانی تسکین پائیں جن تفاسیر معتبرہ اور کتب فقہ و احادیث مبارکہ کا حوالہ دوں گا حتی المقدور ان کی اصل عبارت لکھنے کی کوشش کروں گا البتہ کہیں کہیں حسب ضرورت صرف عبارات میں ترمیم و اضافہ کرونگا لیکن مطالب و مقاصد میں حبہ بھر بھی فرق نہیں آنے دوں گا۔ بہت کم ایسے مواقع آئیں گے جہاں میں اپنا نظریہ ''یقول الفقیر'' پیش کروں گا لیکن وہ بھی بحمدہٖ تعالیٰ کسی شیخ کامل اور معتبر ولی اللہ کی تقریر کا خلاصہ ہوگا۔

واضح رہے کہ تفسیر روح البیان کی شرح لکھنے کی مدت تئیس سال ہے اور یہی مدت مدت الوحی بھی ہے۔ حضرت مفسر علیہ الرحمہ نے اختتامیہ کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ تفسیر کے سلسلے میں مجھے دور دراز علاقوں کے اسفار بھی کرنے پڑے اور بہت مشقیں بھی اُٹھانی پڑیں مگر ساتھ ہی ساتھ تکمیل تفسیر پر اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے تئیں اپنی بندگی و غلامی کا والہانہ اظہار اور شکر و احسان مندی کا نذرانہ بھی نچھاور کیا ہے ٹھیک اس طرح حضرت مترجم موصوف نے بھی اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل پر اپنے پروانہ وار جذبات و احساسات کا اظہار کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے تمام معاونین کا بھی نام بہ نام شکریہ ادا کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین مومن وموحد تھے فقیر نے اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے بنام ''ابوین مصطفیٰ'' جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ رسالہ روح البیان کے ترجمہ کے دوران ''فیوض الرحمٰن'' کے حاشیہ پر موجود ہے اس میں چند اضافے اور ترامیم کر کے اسے علیحدہ شائع کیا جا رہا ہے۔

اجمالی دلیل

نبی پاک ﷺ کے والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا یعنی اللہ کا بندہ اور حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یعنی اللہ کی امانت رکھنے والی، دنیا کو امن دینے والی، ایمان والی۔ ان دونوں کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر مسلمان تھے مشرکوں اور کافروں کے نام ایسے نہیں ہوتے۔

نور محمد ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے پشت در پشت انبیاء ومرسلین علیہم السلام میں منتقل ہوتا ہوا حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک میں بشری تقاضوں کے تحت نو ماہ تک قیام پذیر رہا اور ان نو ماہ میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عالم خواب میں نبیوں کو یہ بشارت دیتے ہوئے سنا کہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہیں مبارک ہو تیری گود میں نبیوں میں امام آ رہا ہے، اولین وآخرین کا تاجدار آ رہا ہے، محبوب خدا آ رہا ہے۔

جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس کی روشنی سے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (مکہ میں بیٹھے ہوئے) شام کے محلات کو دیکھ لیا۔ نبی آخر الزماں ﷺ کی ولادت سے قبل آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ میں انتقال ہو چکا تھا اور وہاں دفن ہوئے جب سرورِ عالم ﷺ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک دکھانے کے لئے مدینہ پاک لے کر آئیں واپسی پر مقامِ ابواء پر وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضور پاک ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کھودی اور اپنے ننھے ننھے مبارک ہاتھوں سے دفن کیا۔

فقیر نے بارہا ابواء شریف حاضر ہو کر مزارِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت کی لیکن افسوس نجدی ظالموں نے

مزار کو نہ صرف اُکھیڑ پھینکا بلکہ مزار کی بے حرمتی کی اس پر فقیر نے ایک تصنیف ''مزارِ آمنہ'' کے نام سے شائع کی تاکہ اہل اسلام کو حقیقت حال سے آگاہی ہو۔

تفصیلی دلیل

فقیر نے متعدد آیات واحادیث سے کتاب ابوین مصطفیٰ ﷺ میں حضور ﷺ کے ماں باپ کا ایمان ثابت کیا۔ یہاں بھی چند آیات عرض کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(۱) اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ o وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ o (پارہ ۱۹،سورۃ الشعرآء،ایت ۲۱۸،۲۱۹)

ترجمہ: جوتمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

فائدہ

اس آیت کی تفسیر میں ''نورالایمان'' میں ہے کہ نبی جب تم آخر رات میں تہجد پڑھنے والے صحابہ کے حالات کی تفتیش کے لئے مدینہ پاک کی گلیوں میں گردش فرماتے ہو ہم ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یا جب آپ کا نور حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک پاک پشتوں میں پاک شکموں میں گردش کررہا تھا ہم دیکھتے تھے یا جب بحالت نماز تم قیام رکوع وسجود میں گردش کرتے ہو ہم دیکھتے ہیں یا بحالت نماز تمہاری آنکھ شریف کی گردش ملاحظہ فرماتے ہیں کہ تمہاری آنکھ آگے پیچھے یکساں ملاحظہ فرماتی ہے۔مگر دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ یہ سورت مکیہ ہے۔ہجرت سے قبل نمازِ تہجد والوں کی تفتیش حال کے لئے گردش فرمانا ثابت نہیں۔حضور ﷺ کا یہ دورہ مدینہ منورہ میں تھا ایسے ہی جماعت سے نماز کا اہتمام بھی مدینہ پاک میں ہوا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے تمام آباء واجداد مومن،موحد،حق تعالیٰ کے عابد تھے کوئی کافر فاسق نہ تھے۔

انتباہ

اہل سنت کے سوا دوسرے فرقے مثلاً نجدی،وہابی،مرزائی وغیرہ اکثر آباء واُمہات النبی ﷺ بالخصوص حضرت عبداللہ وحضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافر ومشرک کہتے ہیں ایسے عقیدہ کے رد میں حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ رسائل لکھے ان کے فیض سے فقیر نے بھی چار پانچ رسائل لکھے ہیں پانچواں یہی ہدیہ قارئین کرام کی نذر ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم میں

حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو اس آیت میں گویا یوں ارشاد فرمایا کہ

کنت بمرألی مناحین تقلبك فی عالم الارواح فی الساجدین بان خلقنا روح کل ساجد من روحك انه هوالسمیع فی الازل مقالتك انا سید ولد آدم ولا فخرلان ارواحهم خلقت من روحك العلیم باستحقاقك لهذه الکرامة انتهی۔ (روح البیان جلد ۶، صفحہ ۳۱۳)

عالم ارواح میں تم ساجدین میں میرے سامنے ہو کیونکہ ہم نے ہر روح کو تمہاری روح سے پیدا فرمایا وہ اللہ تیری بات ازل میں سن رہا تھا جب تم کہو گے کہ جملہ اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر میں فخر نہیں کرتا وہ اس لئے کہ جملہ ارواح تیری روح سے پیدا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم ہی اس بزرگی و شرافت کے مستحق ہو۔

انبیاء زادہ علیٰ نبینا وعلیهم الصلوٰة والسلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں دیکھ رہا تھا کہ تم ایک نبی علیہم السلام سے منتقل ہو کر دوسرے نبی علیہ السلام کی پشت میں تشریف لے جاتے یعنی ساجدین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر ابراہیم علیہ السلام پھر ان سے منتقل ہوئے یہاں تک انہیں اپنی ماں آمنہ نے جنا۔

سوال

حضور سرورِ عالم ﷺ کے نسب میں تمام حضرات تو نبی نہ تھے پھر یہ تفسیر کیسے درست ہوگی؟

جواب

علی الاطلاق انبیاء کا ہونا مراد ہے نہ یہ کہ جملہ نسب کے لوگ۔

عقیدہ شیعہ

شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جملہ آباء وامہات کو مومن ماننا فرض ہے اس آیت سے رافضہ نے استدلال کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کے جملہ آباء مومن تھے اس لئے کہ ساجد ہوتا ہی مومن ہے گویا ساجدین بول کر مومنین مراد لیا گیا ہے۔

فائدہ

یہ استدلال سرسری ہے یعنی تحقیقی نہیں

حدیث شریف سے استدلال

حضور ﷺ نے فرمایا

لم اذل انقل من اصلاب الطاهرين الىٰ ارحام الطاهرات

میں اصحابِ طاہرین سے منتقل ہو کر ارحامِ طاہرات سے تشریف لایا ہوں

فائدہ

اس حدیث سے بھی استدلال درست نہیں کیونکہ طہارت ایمان پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ میں نکاح صحیح کے ذریعے دنیا میں آیا ہوں اگر چہ وہ نکاح جاہلیت کے تھے (یعنی زنا سے نہیں بلکہ نکاح سے حلال اولاد کی حیثیت سے)

فائدہ

اس سے رسول اکرم ﷺ کی وسعت علمی کے کمال کا اظہار ہے کہ تا آدم اپنے نفس کی صفائی بیان فرما دی اور تم اپنی بھی صفائی نہیں دے سکتے کہ حلالی ہو یا حرامی پھر بھی مقابلے پر ہو کہ نبوت ہے کیا؟ بس وہ بڑے بھائی ہیں۔

مزید تائید

روافض کے جواب میں ہمارے قول کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا

حتى اخرجني من بين ابوى لم يلتقيا علىٰ سفاح قط

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر زمانے میں ان والدین سے ظاہر فرمایا جن سے زنا کا ارتکاب نہ ہوا

فائدہ

اس کے متعلق مختصر اہم نے پہلے بھی گفتگو کی ہے سورۂ ابراہیم کے آخر میں یہ بحث پڑھ لیں۔

انتباہ

مسلمان پر فرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نسب شریف کے متعلق معمولی سی تنقیص بھی نہ کرے بلکہ جس بات سے عوام کے بھٹکنے کا خیال ہو اس سے بھی احتراز کرے۔

سوال

تو پھر حضور ﷺ کے آباء کے متعلق کیسا عقیدہ ہونا چاہیے؟

جواب

یہ مسئلہ اعتقادیات سے نہیں بلکہ حسن عقیدت سے متعلق ہے عقیدہ اور عقیدت میں فرق ہے۔ چنانچہ روح البیان میں ہے کہ اس سے قلب یعنی عقیدہ کا کوئی تعلق نہیں البتہ زبان سے عقیدت کا اظہار احسن طریقہ سے ہو جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اس سے وہابیہ کا اہل سنت پر سے اعتراض اُٹھ گیا کہ سنی لوگ حضور ﷺ کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو روافض کا ہے وہابی کہتے ہیں کہ سنی رافضی بھائی بھائی۔ لیکن اگر وہابی کو اگر عقل ہے تو سمجھ گیا ہوگا یہ عقیدہ رافضیوں کا ہے سنیوں کا نہیں۔

عقیدہٗ وعقیدت میں فرق

عقیدہ نص قطعی سے ثابت ہوتا ہے اس کا منکر کافر ہوتا ہے اور عقیدت روایات ضعیفہ بلکہ آیت قرآنیہ واحادیث نبویہ کے معمولی اشارات سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ اس فرق کو نہ سمجھتے ہوئے جاہل وہابی، دیوبندی بلکہ ان کے پڑھے لکھے عالم دین کہلوانے والے اہل سنت کے ہر چھوٹے بڑے مسئلے پر کہہ اُٹھتے ہیں کہ کس آیت میں ہے یا کس حدیث میں ہے؟ تجربہ کرلو! یہ ان میں عام مرض ہے تو یہ مسئلہ ایمان آباء نبی علیہ السلام بھی منجملہ انہیں عقائد یا عقیدتوں سے ہے فلہٰذا اب ہمارا اور روافض کا اتحاد صرف نفس مسئلہ میں ہے اور نفس مسئلہ کے اتحاد سے بھائی بھائی نہیں بن جاتا۔ اس موضوع پر فقیر نے علیحدہ کتاب لکھی ہے اور اسی تفسیر میں پہلے بھی لکھا ہے اور اب بھی لکھتا ہے۔

مسئلہ

حضور ﷺ کے آباء وامہات حضرت عبداللہ تا حضرت آدم علیہ السلام اور از حضرت حوا تا آمنہ رضی اللہ عنہین سب ہی موحد مومن تھے آپ کے سلسلہ نسب میں کوئی مشرک یا کافر نہیں۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، ایت ۲۲۱)

ترجمہ: اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔

یہ مسئلہ قطعی ہے کہ مسلمان چاہے حسب ونسب میں کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو وہ مشرک اعلیٰ قوم واولی نسب سے بدرجہا بہتر ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

بعثت من خیرقرون بنی ادم قرناً فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ۔

(رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ)

ہر قرن وطبقہ میں تمام قرون کے آدم سے بہتر بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس سے پیدا ہوا

اب اس حدیث کو آیۃ مذکورہ سے ملا دیا جائے تو دعویٰ بالکل واضح ہو جائے گا کیونکہ آیت میں فرمایا گیا ہے

مشرک سے مومن غلام بہتر ہے

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے پتہ چلا ہے کہ

میں خیر قرون سے ہوں

نتیجہ ظاہر ہے کہ میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان والوں کی پشت سے ہوں۔

حدیث شریف

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لم یذل علیٰ وجہ الدھر (الارض) سبعۃ مسلمین فصا عدا فلولا ذالک ھلکت الارض ومن علیھا

(اخرجہ عبدالرزاق وابن منذر بسند صحیح علیٰ شرط الشیخین)

روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان رہے ہیں ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہو جاتے

اب ان دونوں حدیثوں کو صغریٰ کبریٰ کے طریق پر ملایا جائے تو نتیجہ (مطلوب) برآمد ہوگا اس لئے کہ اول حدیث میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ

میں خیر قرون سے ہوں

دوسری حدیث نے بتایا

روئے زمین پر ہمیشہ کم ازکم سات مسلمان رہے ہیں

اور بمقتضائے آیۃ مذکورہ مومن خیر من مشرک سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیشہ خیر سے خیر کی طرف منتقل ہوتا رہا اور چونکہ خیر مومن ہے مشرک وکافر نہیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مومنین سے ہے مشرکین سے نہیں۔

کبریٰ واضح ہے صغریٰ کی طرف دلیل جس کی طرف امام جلیل جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد

فرمایا کہ

والمعنی ان الکافر لایستاھل شرعاً ان یطلق انہ من خیر القرون

یعنی شرعاً کافر ہرگز اس کا اہل نہیں ہوسکتا کہ وہ خیر قرون سے ہو۔

خیر قرون مومن ہی ہوسکتا ہے لہٰذا حضور ﷺ کے حضور سب مومن ہی قرار پائے۔

(۳) اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (پارہ ۱۰، سورۃ التوبۃ، ایت ۲۸)

ترجمہ: مشرک نرے ناپاک ہیں۔

حدیث شریف

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

لم اذل انقل من اصلاب الطاہرین الیٰ ارحام الطاہرات

(رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں کی طرف منتقل ہوتا رہا

اب مندرجہ بالا آیت وحدیث کو آپس میں ملایا جائے تو مطلب بالکل واضح ہوجائے گا کیونکہ قرآن عظیم الشان نے بلاشبہ مشرکین کے نجس ہونے کا فیصلہ فرمایا اور حدیث پاک میں حضور ﷺ نے اپنے آباء وامہات کو طیب وطاہر فرمایا مشرکین نجس ہیں کبھی طاہر نہیں ہوسکتے اور حضور ﷺ کے اُصول طاہر ہیں کبھی نجس نہیں ہوسکتے تو لازمی نتیجہ نکلا کہ حضور ﷺ کے آباء واجداد امہات وجدات مومن وموحد تھے کبھی کافر ومشرک نہیں ہوسکتے۔

(۴) وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (پارہ ۲۸، سورۃ المنافقون، ایت ۸)

ترجمہ: اور عزّت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اس آیت کریمہ میں عزت واکرام کا حصہ اللہ تعالیٰ نے مومنین میں فرمایا اور کافر چاہے کیسا ہی اُونچی قوم کا کیوں نہ ہو ذلیل ولئیم ٹھہرا۔ نبی کا کسی ذلیل ولئیم کی پشت سے ہونا کوئی مدح نہیں حالانکہ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے مقامِ مدح میں نازل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے آباء واجداد اشراف تھے اور اشرف کافر و مشرک نہیں ہوسکتا بلکہ مومن وموحد ہی اشرف واکرم ہوسکتا ہے۔

عقلی دلیل

کسی ذلیل ورذیل شخص پرنسب میں فخر کرنا عقلاً وعرفاً باطل ہے۔

تائید

لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان میں رجز اور مدح کے متعدد مرتبہ اپنے آباء کرام وامہات طیبات کا ذکر فرمایا۔ جنگ حنین میں جب کچھ دیر کے لئے کفار نے غلبہ پالیا اور چند لوگ ماہ رسالت میں باقی رہے تو اللہ کے پیارے رسول پر جلالیت طاری ہوگئی فرمایا

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب۔ (رواہ احمد و بخاری، مسلم ونسائی عن براء ابن عازف رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں میں بیٹا ہوں عبدالمطلب کا

حضور ﷺ نے یہ رجز پڑھتے ہوئے سواری سے نزول فرمایا ایک مٹھی خاک دست مبارک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا

شاھدت الوجوہ

بگڑ گئے چہرے

وہ خاک سب کفار کی آنکھوں میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ بعض روایات میں رجز کا آخر ہے

انا ابن العواتك من بنی سلیم

یعنی میں بنی سلیم سے ان چند خواتین کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔

بعض علماء کے نزدیک حضور ﷺ کے جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا بعض کے نزدیک بارہ کا۔

بعض روایات میں حضور ﷺ نے اپنا نسب نامہ اپنے فضائل کریمہ میں اکیس پشتوں تک بیان فرمایا ہے کہ میں سب سے نسب میں افضل باپ میں افضل ہوں اور کسی مشرک یا کافر باپ دادا پر فخر کرنا نہ تو عقلاً جائز ہے نہ ہی عرفاً۔ تو یہ حضور ﷺ کے لئے کیونکر ممکن ہے کہ معاذ اللہ آپ مشرک یا کافر باپ دادا کے نسب پر فخر کریں تو بحکم نصوص ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے آباء وامہات مسلمین ومسلمات تھے۔ (وھو المطلوب)

(۵) اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (پارہ ۱۲، سورۃ ھود، آیت ۴۶)

ترجمہ: وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں (تیرا نافرمان ہے)۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن وکافر کا نسب قطع فرمایا اور حدیث میں ہے

نحن بنو نضر بن کنانہ لا منفی من ابینا (رواہ احمد وابن ماجہ والطبرانی)

ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے

اگر معاذ اللہ حضور ﷺ کے سلسلہ نسب میں کوئی کافر تھا یا مشرک تو باقی رکھنے اور ان پر فخر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن حضور ﷺ کے آباء وامہات سب مومن وموحد تھے لہٰذا ان پر فخر کرنا اور ان کا نسب باقی رکھنا اپنی جگہ بالکل درست اور بجا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

(۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنانے کے بعد دعا کی

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۲۸)

ترجمہ: اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار۔

فرمایا

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۲۹)

ترجمہ: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضور ﷺ سے پوری ہوئی۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مسلم جماعت سے پیدا ہوئے اور بالکل یہی ہمارا مقصود ہے۔

(۷) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (پارہ ۱۱، سورۃ التوبۃ، ایت ۱۲۸)

ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول۔

ایک قراۃ میں "ف" کی فتحہ کے ساتھ ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ تمہارے پاس یہ عظمت والے رسول نفیس ترین جماعت سے تشریف لائے اور کافر چونکہ نفیس نہیں خسیس ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے اجداد ماجدین وجدات طاہرات اعلیٰ قسم کے مومن وموحد تھے وہ کفر وشرک کے تمام انواع سے پاک ومبرا تھے۔

(۸) وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ (پارہ ۱۹، سورۃ الشعرآء، ایت ۲۱۷-۲۱۹)

ترجمہ: اور اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا مہر والا ہے۔ جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں

میں تمہارے دورے کو۔

امام رازی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک ساجدوں سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا تو یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آباء مسلمین تھے۔ امام سیوطی وابن حجر وعلامہ زرقانی نے اس تقریر کی تائید وتوثیق فرمائی۔ یہ آیت مع تفسیر ہم نے ابتداً عرض کردی ہے

(۹) وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پارہ ۳۰، سورۃ الضحٰی، ایت ۵)

ترجمہ: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت اجابت کا تو یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں رب فرماتا ہے

سنرضیك فی امتك فلا نسؤك به۔ (رواہ مسلم)

قریب ہے کہ ہم تجھے تیری اُمت کے بارے میں راضی کردیں گے اور تیرا دل بُرا نہ کریں گے۔

اُمت کے بارے میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت رد نہ فرمائے تو کیا والدین کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارا ہوگا کہ وہ معاذ اللہ جہنم میں رہیں۔

انتباہ

ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا صاف انکار کیا اس لئے وہ کافر ہے۔

حدیث شریف

صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کے بارے میں فرمایا

وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الیٰ ضحفاح (رواہ البخاری ومسلم عن العباس عبدالمطلب رضی اللہ عنہما)

میں نے ابو طالب کو سراپا آگ میں ڈوپا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک آگ سے نکال دیا۔

حدیث شریف ۲

دوسری روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا کیا آپ سے ان کو کوئی فائدہ ہوا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں

ولولا ان لکان فی الدرك الاسفل من النار

اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

دوسری حدیث میں ہے

اھون اھل النار عذاباً ابو طالب

دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔

ازالہ وھم

حضور اقدس ﷺ سے جو قرب والدین کریمین کو حاصل ہے ابوطالب کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ پھر والدین کریمین کا عذر بھی معقول کہ نہ تو انہیں دعوتِ اسلام پہنچی اور نہ ہی اُنہوں نے زمانہ نبوت پایا وہ دین فطرت پر تھے ان کے لئے عقیدۂ توحید ہی کافی ہے۔ کسی ضعیف حدیث یا تاریخ سے ان کی طرف شرک کی نسبت ثابت نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(۱۰) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (پارہ ۱۵، سورۃ الاسراء، ایت ۱۵)

ترجمہ: اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

معلوم ہوا کہ جب والدین کریمین کو دعوت ہی نہیں پہنچی تو عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ حضرات دین ابراہیمی پر تھے۔ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ نے جو اشعار بوقت رحلت ارشاد فرمائے ان سے اُن کے ایمان کی دلیل ملتی ہے۔ جب والدہ ماجدہ نے اپنے فرزند جلیل سید المرسلین کے چہرۂ انور پر حسرت بھری نظر کی اور ان کی یتیمی کا خیال آیا تو فرمایا

بارك الله فيك من غلام ... يا ابن الذى من حرمة الحمام

كالعون الملك المنام ... فودى عدة انضرب بالسهام

بمائة من الابل السوام ... وان صح ماابصرت فى المنام

فانت مبعوث الى الانام ... تبعث فى الحل والحرام

تبعث فى التحقيق والاسلام ... دين ابيك البرابراهام

فالله انهاك عن الاصنام ... ان لاتواليها مع الاقوام

ترجمہ

اے ستھرے لڑکے اللہ تجھ میں برکت رکھے۔ اے بیٹے ان کے جنہوں نے موت کے گھر سے نجات پائی۔ بڑے

انعام والے بادشاہ اللہ عزوجل کی مدد سے جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا سو بلند اُونٹ ان کے فدیہ میں قربان کئے گئے۔ اگر وہ ٹھیک ٹھہرا جو میں نے خواب میں دیکھا ہے تو تو سارے جہاں کی طرف پیغمبر بنایا جائے گا جو تیرے نیکوکار باپ ابراہیم کا دن ہے۔ میں اللہ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی ہوں کہ قوموں کے ساتھ ان کی دوستی نہ کرنا۔

حضرت آمنہ خاتون کی اس مبارک وصیت میں جو فراقِ دنیا کے وقت اپنے ابن کریم علیہ السلام کو کی توحید و ردِ شرک آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور اس کے ساتھ ملت ابراہیمی کا بھی پورا اقرار و ایمان ہے اور وہ بھی بیانِ بعثت عامہ کے ساتھ۔ (الحمد للہ علی ذالک)

(۱۱) اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (پارہ ۸، سورۃ الانعام، ایت ۱۲۴)

ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

رب العزت سب سے زیادہ معزز و محترم جگہ وضع رسالت کے لئے انتخاب فرماتا ہے لہٰذا کبھی کم قوموں رزیلوں میں رسالت نہیں رکھی پھر کفر و شرک سے زیادہ رزیل کون سی چیز ہو سکتی ہے وہ کیونکر اس قابل ہو کہ اللہ عزوجل نورِ رسالت اس میں ودیعت رکھے۔ کفار محل غضب و لعنت ہیں اور نورِ رسالت کے وضع کو محل رضا و رحمت درکار ہے تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اصلابِ طیبہ سے ارحامِ طاہرہ کی طرف گردش کرتا ہوا حضرت عبداللہ اور آمنہ خاتون کے درمیان ہوا وہ سب کے سب کفر و شرک اور الحاد و بے دینی کی آلودگیوں سے پاک و منزہ تھے۔

(۱۲) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ۝ (پارہ ۳۰، سورۃ البینہ، ایت ۶، ۷)

ترجمہ: بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

ثبوت از حدیث شریف

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالك بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکة بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان بن مافترت الناس فرقتین الاجعلنی اللہ فی خیرھا فخرجت من بین ابوی فلم یصبنی شئی

من عهد الجاهلية وخرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن أدم حتی التهیت الیٰ ابی واُمی فانا خیر کم نسباً و خیر کم اباً۔

میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نزار بن معد بن عدنان ۔لوگ دوگروہ نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے اس طرح پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح سے پیدا ہوا۔آدم سے لے کر اپنے ابوین تک تو میرا نفس کریم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

آیت مندرجہ بالا میں رب العزت نے کفار اور مشرکین کو شر البریہ فرمایا اور حضور ﷺ نے فرمایا

انا خیر کم اباً و نفساً

میں تم میں سے ذات اور باپ کے اعتبار سے اچھا ہوں

جس سے آفتاب نیم روز سے مطلوب زیادہ روشن ہوا کہ سلسلہ نبوی میں کافر مشرک داخل نہیں ورنہ حضور ﷺ کا خیر اب ہونا کس طرح ثابت ہوسکتا ہے۔

اقوال علماء

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی ودیگر محدثین فرماتے ہیں

ان اباء النبی ﷺ غیر الانبیاء امھاتہٖ الیٰ ادم و حوالیس فیھم کافر لانہ یقال فیہ حقہ انہ مختار ولا کریم ولا طاھر بلا نجس و قد صرحت الاحادیث بانھم مختارون وان الاباء کرام ولامھات طاھرات وایضاً قال تعالیٰ وتقلبك فی الساجدین علیٰ احد التفاسیر فیہ ان المراد فنقل نورہ من ساجد الیٰ ساجد۔الخ

یعنی نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب میں جتنے انبیاء ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں ان کے علاوہ حضور ﷺ کے جس قدر آباء وامہات آدم وحوا تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جاسکتا اور حضور ﷺ کے آباء وامہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہ الٰہی ہیں۔آباء سب کرام مائیں سب پاکیزہ ہیں اور آیۃ کریمہ وتقلبک فی الساجدین کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ نبی ﷺ کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوا۔

اب اس سے صاف ثابت ہورہا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین اہل جنت ہیں کیونکہ ساجد مشرک وکافرنہیں ہوتے مومن وموحد ہی ہوتے ہیں۔

سوال

قرآن کریم نے آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ بتایا ہے حالانکہ وہ بت تراش تھے اور مشرک بھی تو حضور ﷺ کے سلسلہ نسب میں مشرک آگیا

جواب

مفسرین واہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا باپ نہیں تھا۔ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے حدیث موجود ہے کہ

علم الرجل صنو ابیه

آدمی کا چچا اس کے باپ کے بجائے ہوتا ہے

نیز قرآن کریم میں صریح آیت موجود ہے کہ جس میں چچا کو باپ کہا گیا ہے اس کی مزید تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ پڑھئے ''کیا آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا''

سوال

روایات سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ حضور ﷺ پر ایمان لائے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے والدین کفر کی حالت میں مرے۔

جواب

اولاً تو اس حدیث سے حضور ﷺ کے والدین کا ایمان ثابت ہے جو لوگ اب بھی ایمان کے قائل نہیں جواب تو ان کو دینا ہوگا۔ یہ حدیث ہمارے مقصد کے خلاف نہیں نیز حضور ﷺ کے والدین کا دوبارہ زندہ کیا جانا اور ایمان لانا معاذ اللہ اس لئے نہیں تھا کہ وہ کافر تھے۔ان کا کفر تو کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں بلکہ ان کو اس لئے زندہ کیا گیا کہ وہ حضور ﷺ پر ایمان لا کر حضور اکرم ﷺ کے شرف صحابیت سے مشرف ہوکر خیر الامہ میں داخل ہوجائیں ۔ان کا زندہ کرنا اور حضور ﷺ پر ایمان لانا مزید انعام واکرام کے لئے تھا ورنہ وہ تو پہلے ہی ملت ابراہیمی پر تھے جس طرح گذشتہ قصیدہ میں ثابت ہوچکا ہے۔

ثانیاً ایمان کی تجدید مراد ہے اس لئے کہ ان کا اہل توحید سے ہونا ہی ان کی نجات کے لئے کافی ہے اس لئے کہ وہ احکام کے مکلف ہی نہیں تھے جس طرح کہ پہلے گزر چکا ہے۔

سوال

حضور نے ایک صحابی سے فرمایا

ابی و اباك هما فی النار

میرا باپ اور تمہارا باپ دوزخ میں ہیں

جواب

(۱) باپ سے مراد ابوطالب آپ کا چچا ہی ہے ورنہ اس حدیث کے مقابلے میں جو آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبوی ہیں ان کا کیا جواب ہوگا۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار سے بھی رب العزت نے اس لئے منع فرمایا کہ آپ کے والدین گنہگار تھے ہی نہیں استغفار تو گنہگاروں کے لئے ہوتا ہے اور گنہگار وہ شخص ہے جس کو یا رسول دعوتِ توحید و احکام دے اور وہ شخص اعراض کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے لئے یہ دونوں امر ثابت نہیں۔

سوال

فقہ اکبر میں ہے

ماتا علی الکفر

یعنی ان کی موت کفر پر ہوئی۔ (معاذ اللہ)

جواب

اول تو یہ مسئلہ اجتہادی نہیں کہ ہم اس میں کسی امام کی پیروی یا تقلید کریں۔ دوم فقہ اکبر کی عبارت ما دل یعنی

ماتاعلی عهد الکفر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا انتقال عہد کفر میں ہوا

اور یہ مسلم ہے اس سے انکار نہیں۔ سوم یہ عبارت

ماما تاعلی الکفر

تھی جیسا کہ اصل کتاب میں ہے۔ چہارم یہ عبارت بعض نسخوں میں سرے سے موجود ہی نہیں تو ہمیں اس عبارت کے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

ایک اور طریقه

مذکورہ بالا تقریر ہے جسے صاحب روح البیان نے بیان فرمائی اور فقیر نے اسے حاشیہ چڑھا کر اس کی تفصیل عرض کردی ہے اس کے متعلق مزید تقاریر فقیر کی تصنیف ''ابوین مصطفیٰ ﷺ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں مزید ایک اور تقریر جسے صاحب روح البیان نے اپنی تفسیر کے پارہ اول میں بیان فرمائی ہے وہ حاضر ہے

رائج اور صحیح یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا نسب شریف کفر کی گردوغبار سے پاک ہے۔ اگر چہ قریش میں بتوں کی پرستش عام تھی لیکن خلیل علیہ السلام کی دعا

وَّ اجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (پارہ ۱۳، سورۃ ابراھیم، ایت ۳۵)

ترجمہ: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

معلوم ہوا کہ وہ بتوں کی پرستش کے مرتکب نہیں ہوئے۔ دوسری آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے

وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً (پارہ ۲۵، سورۃ الزخرف، ایت ۲۸)

ترجمہ: اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرک سے دور تھے۔

احیاء الابوین

اہل سنت متاخرین ابوین مصطفیٰ ﷺ کے مومن وموحد ہونے کی ایک دلیل یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے زندہ کرکے اپنی اُمت میں داخل فرمایا۔ اس کی تفصیل فقیر نے رسالہ بغتہ الفحول فی ایماء اصول الرسول (عربی) میں عرض کردی ہے۔ سردست چند دلائل ملاحظہ ہوں

(۱) حدیث شریف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب ہمارے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو آپ قصبۃ الحجون سے گزرے اور آپ غمگین ہو کر آنسو بہانے لگے۔ آپ کو دیکھ کر میری آنکھیں بھی پرنم ہوگئیں آپ اُونٹنی سے اُترے اور فرمایا اے حمیرا (عائشہ) ذرا رُکیے! میں وہاں ٹھہر گئی۔ آپ تادیر

وہاں ٹھہرے رہے آخر آپ تبسم فرمائے ہوئے واپس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا! آپ پر میرے ماں باپ قربان آپ پہلے یہاں غمگین ہوئے گریہ فرمایا آپ کو دیکھ کر میرے بھی آنسو بہہ نکلے لیکن جب آپ لوٹے ہیں تو مسرور تبسم ،آخراس کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کو دیکھا تو رو دیا میں والدہ آمنہ کی قبر پر گیا اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ میری والدہ ماجدہ کو زندہ کردے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کردیا اور اُنہوں نے میرا کلمہ پڑھا۔

انتباہ

اگر چہ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے لیکن باتفاق علمائے اسلام فضائل مصطفیٰ ﷺ میں قابلِ قبول ہے۔

(۲) حضرت حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

(۱)حبا اللہ نبی مزید فضل
علیٰ فضل و کان بہٖ رؤفا
(۲)فاحیا امہ و کذااباً
لایمان بہٖ فضلا لطیفا
(۳)فسلم فالقدیم بہ قدیر
وان کان الحدیث بہٖ ضعیفا

ترجمہ

(۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر بڑا فضل کیا اور وہ اُن کے لئے بڑا رحیم ہے۔

(۲) ان کی خاطر ان کی والدہ اسی طرح والد کو زندہ کیا تا کہ آپ پر ایمان لائیں یہ بہت بڑا فضل ہے۔

(۳) یہ مان لینا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے اگر چہ یہ مسئلہ حدیث ضعیف سے ثابت ہے۔

مسئلہ

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ جو بھی کفر پر مرے اُس پر لعنت بھیجنا جائز ہے مگر حضور ﷺ کے والدین پر لعنت نہ کی جائے کیونکہ اُن کا زندہ ہو کر اسلام لانا حدیث سے ثابت ہے۔ (کذافی مناقب الکردی)

ایمان ابوین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے والدین کی قبروں پر بہت گریہ فرمایا اس کے بعد آپ نے قبروں پر خشک درخت کھڑا کر دیا اور فرمایا اگر یہ درخت سبز ہو گیا تو اُن کے ایمان کی نشانی ہے اور اگر خشک رہا تو ان کے کفر کی علامت ہے خدا کی شان وہ درخت سبز ہو گیا۔ وہ حضرات قبر سے باہر نکلے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ تھا وہ زندہ ہوتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اپنی اپنی قبروں میں واپس چلے گئے۔ (روح البیان)

عقلی دلائل

(۱) حضرت شیخ شہیر با قتادہ آفندی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا اور لفظاً اللہ کسی بت کا علم نہیں تھا کیونکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے مخصوص علم میں سے ہے جاہلیت میں ان بتوں کے نام لات و عزیٰ وغیرہ تھے۔

(۲) ان حضرات کا زندہ ہونا نہ عقلاً ممتنع ہے نہ شرعاً کیونکہ قرآن شریف میں بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتانا ثابت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مردے زندہ فرمائے۔ جب یہ ثابت ہے تو پھر آپ کے والدین کا زندہ ہو کر اسلام لانے میں کون سا اشکال ہے بلکہ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید لطف و کرم کی دلیل ہے۔

سوال

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ خود بھی خوب روئے اور ساتھ والوں کو بھی رُلایا۔ پھر فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے روکا گیا پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو قبر کی اجازت مل گئی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبور کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے۔

جواب ۱

یہ حدیث مذکورہ عبارت سے پہلے یعنی حدیث حجۃ الوداع کے موقع سے پہلے کی ہے اور آپ ہر گھڑی اعلیٰ درجات کو پہنچتے رہے یہاں تک کہ وصال شریف تک بڑے اونچے درجات آپ نے طے فرمائے ممکن ہے کہ یہ درجہ بھی اسی میں حاصل ہوا ہو۔

جواب ۲

استغفار سے منع ابوین کے ایمان کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ اُصول کا مسلم قاعدہ ہے۔ مزید جوابات اور تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ ''ابوین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں پڑھیے۔

سوال

جب کافر کا ایمان موت کے معائنہ کے وقت غیر قابل قبول ہے پھر مرنے کے بعد ایمان لانا کیسے قبول ہو سکتا ہے؟

جواب

معائنہ موت کا ایمان خوف کی وجہ سے ہوتا ہے اسی وجہ سے نا قابل قبول ہے البتہ موت کے بعد زندہ ہونے میں خوف کا ہے کا؟ چنانچہ

ولو ردو لعادو الما نهو عنه

آیت قرآنی سے بھی ثبوت ملتا ہے۔ آیت کی تفسیر فقیر کی تفسیر فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان پارہ نمبر ۷ پڑھیے۔

اصحابِ کہف کے دوبارہ زندہ ہونے سے استدلال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین قبور سے زندہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں شامل ہوں گے اس کی نظیر شریعت میں موجود ہے وہ اصحابِ کہف کا قبور سے نکال کر اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شمولیت۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اصحابِ کہف رحمہم اللہ تعالیٰ آخر زمانے میں اپنی قبور سے اُٹھائے جائینگے۔ وہ حج پڑھیں گے اور وہ اسی اُمت میں شمار ہوں گے یہ ان کی شرافت و کرامت سے ہوگا۔ دوسری مرفوع حدیث میں ہے کہ حضرت امام مہدی علیٰ نبینا علیہ السلام کے مددگاروں میں سے یہی اصحابِ کہف ہوں گے اور جو کچھ اصحابِ کہف اس زندگی میں عمل کریں گے ان کے اعمال نامے میں لکھا جائے گا اور یہ کوئی نئی بات بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کے والدین کی تقدیر میں یہ لکھا ہو کہ ان کی عمر اتنی ہوگی لیکن وقت سے پہلے انہیں موت دیجائیگی پھر اُن کی بقایا عمر اسی لحاظ میں شمار ہو۔ یہ فاصلہ جو ان کے مرنے اور پھر اُٹھنے تک کا ہے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت کے لئے ہو تو کچھ بعید نہیں جیسے اصحابِ کہف کو اس مدت کے لئے مؤخر کر کے زندہ کیا گیا صرف ان کی شرافت و کرامت کے پیش نظر ہے تا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے شرف سے مشرف ہوں۔

مشورہ اُویسی غفرلہ'

اگر کسی کو دلائل سے سمجھ نہیں آتا تو وہ خاموش رہے جیسا کہ

فائدہ

خاتم الحفاظ والمحدثین امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک آپ کے والدین کے متعلق توقف کا ہے چنانچہ مقاصد حسنہ میں حضرت حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر مذکور نقل کر کے فرمایا کہ اس مسئلہ پر میں نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے لیکن میرا مسلک اس میں ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان و کفر کے متعلق توقف ہے۔

حضور ﷺ کے والدین کو کافر و جہنمی کہنے والے کو وعید شدید

کوئی خاموشی کے بجائے زبان درازی کرتا ہے تو اس لئے سنئے

فائدہ

حضرت قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مالکی مسلک کے امام ہیں آپ سے سوال ہوا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو حضور ﷺ کے آباء و اجداد کے متعلق کہتا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، ایت ۵۷)

ترجمہ: بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔

حدیث شریف

حدیث شریف میں ہے کہ

لاتوذوا الاحیاء بسبب الاموات

زندہ لوگوں کو اُن کے مردوں کی وجہ سے ایذا نہ دو۔

فائدہ

حضرت امام رستغی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو کہتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو آپ کا سارا جسم سیاہ ہو گیا۔ پھر جب آپ زمین پر اُترے تو آپ کو نماز

اور روزے کا حکم ہوا۔آپ نے نماز اور روزہ ادا فرمایا پھر آپ کا جسم سفید ہو گیا اس کا یہ قول صحیح ہے؟ آپ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں ایسے قول نہ کہے جائیں کہ جن میں ان کا عیب یا نقص نمایاں ہو۔ہم ان کے متعلق خاموشی پر مامور ہیں کیونکہ ان کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں۔نبی اکرم ﷺ تو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

جب میرے صحابہ کا ذکر تمہارے سامنے نقص وعیب کے ساتھ آئے تو تم خاموش رہو

جب ہم حضور ﷺ کے صحابہ کے بارے میں کفِ لسان کے حکم کے پابند ہیں تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق بطریق اولیٰ ہے کہ خاموشی سے کام لیں۔

مسئلہ

مسلمان پر لازم ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے نسب کے متعلق جو اُمور خلل اور عیب پر دلالت کریں اُن پر زبان درازی نہ کرے کیونکہ یہ مسائل ایسے اعتقادیات سے نہیں کہ جن سے کوئی فائدہ ہو۔زبان کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ جس میں نقص وعیب کی بات ہو زبان کو بند رکھا جائے خصوصاً ایسی باتیں جن کا عوام میں پھیلنے سے ایسا خطرہ ہو کہ پھر ان کو سنبھالنا مشکل ہو جائے۔یہ وہ بیان شافی ہے جو میں نے مختلف کتابوں سے چن کر عرض کر دیا ہے اور ہر مسئلے کی نظیر بھی پیش کر دی ہے۔(روح البیان)

انتباہ اُویسی غفرلہٗ

دورِ حاضر میں انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور ﷺ اور آپ کے تابعین صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور اُولیاء کرام کی گستاخی کو معمولی بات سمجھا جاتا ہے۔عوام پھر بھی احتیاط کرتے ہیں لیکن پڑھے لکھے لوگ بالخصوص مولوی، قاری، حافظ اس مرض میں مبتلا ہیں بلکہ ایک گروہ کا مشغلہ بھی یہی ہے کہ وہ بات بات پر گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں۔عوام سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی معمولی مسئلہ ہے حالانکہ ان حضرات کے بارے میں چھوٹی سی بات بھی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے۔فقیر نے ان کے فیض سے رسالہ لکھا ہے

''گستاخی کیا ہے؟''

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ اس رسالہ کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ دو شخصوں کا آپس میں جھگڑا ہوا اور خوب گالی گلوچ بکیں۔بالآخر ایک نے دوسرے کے نسب پر حملہ کیا تو دوسرے نے کہا کہ ''اے

چرواہے کے بچے'' اس کے باپ نے کہا کہ یہ نسبت صرف میری ہے کیا حضرات انبیاء علیہم السلام چرواہے نہیں تھے بلکہ کوئی بھی نبی علیہ السلام ایسا نہیں ہوگا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

یہ واقعہ جامع مسجد طولونی کے قریب بازار غزل میں عوام کے مجمع میں ہوا۔ ان کا مقدمہ حکام وقت کی خدمت میں پیش کیا گیا جب قاضی القضاۃ مالکی کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے فرمایا

لورفع الی ضربته بالسیاط

یعنی اگر یہ مقدمہ میرے ہاں پیش ہوتا تو میں قائل کو درے لگواتا

مجھ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ ایسے شخص کو سزا دیجائے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اس لائق نہیں کہ کسی عام آدمی سے ان کی مثال دیجائے۔

میرے فتویٰ کو مرتب دیکھ کر ایک شخص بول اُٹھا کہ علامہ سیوطی کا یہ فتویٰ غلط ہے کیونکہ ایسے شخص کو نہ تعزیر ہے اور نہ ہی اُس پر کوئی ملامت ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ایک عام آدمی سے تشبیہ دینا ایک مباح امر ہے فلہٰذا اس کا قائل نہ گنہگار ہے اور نہ اسے گناہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ مجھے اس سے خطرہ ہوا کہ عوام کو جب ایسے کلام کے جواز کا علم ہوا تو وہ اپنے عام جھگڑوں میں ایسی گستاخیاں کردیں گے کہ پھر وہ ان کی ایک عام عادت بن جائے گی جس کی وجہ سے وہ دین سے خارج ہوجائینگے صرف دین کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی رہبری کو مدنظر رکھ کر یہ چند سطور لکھ دیں۔

سب سے پہلے قاضی عیاض الدین کا وہ بیان لکھ دوں جنہوں نے اس مسئلہ میں تحریر فرمایا جو نہایت ہی شاندار بیان ہے اور حق یہ ہے کہ بہت ہی خوب لکھا ہے

کماقال الوجه الخامس الخ

(۱) کسی نبی علیہ السلام کی شان کی کمی کا ارادہ نہ ہو۔

(۲) ان کا کوئی عیب بیان نہ کیا جائے۔

(۳) انہیں گالی نہ دیجائے۔

شریعت میں مندرج صورتیں بھی انبیاء علیہم السلام کے معاملات کو اپنے اوپر چسپاں کرنا حرام ہے مثلاً

(۱) انبیاء علیہم السلام کے بعض اوصاف بیان کر کے مثال کے طور پر اپنے لئے حجت یا دوسرے کے لئے حجت بنائے جبکہ وہ اُمور انبیاء علیہم السلام بحیثیت دینی اُمور کے اظہار کے لئے کئے یا ان کی اسی طرح تکمیل ضروری تھی۔

(۲) کسی کام کو اُنہوں نے کسرِ نفسی کے طور کیا۔

(۳) یا کسی مقصد اسلامی کے پیش نظر اپنے آپ کو بلند وارفع ظاہر فرمایا حالانکہ دوسروں کو جائز نہیں ۔اسی طرح مثلاً کوئی کہے کیا ہوا میرے حق میں ایسا ویسا کہا گیا نبی علیہ السلام کو بھی تو کہا گیا تھا۔

(۴) یا یوں کہے کہ اگر میری تکذیب ہوئی تو کوئی بات نہیں انبیاء علیہم السلام کی بھی تو تکذیب ہوئی تھی۔

(۵) یا یوں بکواس کرے کہ میں نے گناہ کرلیا تو کیا حرج ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام نے بھی تو گناہ کئے تھے۔

(۶) یا یوں کہے کہ میں لوگوں کی مذمت سے کب بچ سکتا ہوں جبکہ انبیاء علیہم السلام بھی نہ بچ سکے۔

(۷) یا یوں کہے کہ میں فلاں مصیبت سے صبر کررہا ہوں جیسے اولوالعزم پیغمبروں علیہم السلام نے صبر کیا۔

(۸) یا کہے کہ ایسے صبر کرتا ہوں جیسے حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا۔

(۹) یا کہے کہ میرا صبر کرنا حضور ﷺ کی طرح صبر کرنا ہے اُنہوں نے بھی دشمنوں کی دشمنی پر صبر کیا تھا بلکہ اس سے کچھ زیادہ حوصلہ فرمایا جیسے میں حوصلہ کررہا ہوں۔ جیسے متنبّی کا شعر ہے

انا فی امتی تدار کہا اللہ غریب لصالح فی ثمود

میں ایسی قوم میں غریب ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اچھا کرے جیسے حضرت صالح علیہ السلام ثمود میں غریب تھے

جیسے مصری شاعر کا قول ہے کہ

کنت موسیٰ وزفتہ بنت شعیب غیر ان لیس فیکما من فقیر

وغیرہ وغیرہ فقیر کی اس موضوع پر ایک تصنیف "گستاخ کا انجام بد" ہے اس میں اسی رسالہ "تنزیہ الانبیاء عن تنبیہ الاغبیاء" کو بھی شامل کردیا گیا ہے۔

انتباہ از صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ علیہ

آپ لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس قدر نازک ہے کہ اگر احتیاط ہاتھ سے نکل جائے تو ایمان سے محروم ہونے کا خطرہ ہے۔کیا حضور ﷺ کے والدین ماجدین کے کفر کے متعلق بات کرنا کوئی آسان بات ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (پارہ۱۰،سورۃ التوبۃ، ایت ۶۱)

ترجمہ: اور وہ جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آخری گزارش

عقلمند کو چاہیے کہ ایسی پُر خطر جگہ پر احتیاط سے کام لے۔

☆ حجۃ الاسلام امام غزالی نور اللہ مرقدہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک یہ یقین سے ثابت نہ ہو کفر کی نسبت کا معاملہ تو بہت ہی دشوار ہے۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ کے قول سے سبق لیا جائے فرماتے ہیں اگر کسی میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک ایمان کا تو اس کے لئے بھی کفر کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلدین کے پاس امام صاحب کے ارشاد کا کیا جواب ہے

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، ایت ۱۱۱)

ترجمہ: لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔

تو کیا تمہارا ایمان گوارا کرتا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے ادنیٰ غلاموں کے ساتھ سگانِ درگاہ جناتِ نعیم میں داخل ہوں اور جن کے نعلین کے تصدق جنت بنی ان کے ماں باپ دوسری جگہ معاذ اللہ غضب وعذاب میں مبتلا ہوں۔ کیا آمنہ خاتون حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی کم ہیں کیا یہ آپ کو پسند ہوگا کہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام تو اپنی والداؤں کو جنت میں دیکھیں اور محبوب کی والدہ وہاں نظر نہ آئیں۔

زندہ معجزہ اور اہل سنت کی تائید

حضور نبی کریم ﷺ کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا جسد مبارک جس کو دفن کئے چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے بالکل صحیح وسالم حالت میں برآمد ہوا۔ علاوہ ازیں صحابی رسول حضرت مالک بن سنان کے علاوہ دیگر چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجساد مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ دفن کردیا گیا۔ جن نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کے جسم نہایت تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۲۰ جنوری ۱۹۸۰)

نوٹ

فقیر نے اس خبر کو تفصیل کے ساتھ صدائے نوی شرح مثنوی میں لکھ دیا ہے۔

تبصرہ برائے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کو چودہ سو سال سے بھی زائد گزر چکے ہیں اس کے باوجود قبر میں آپ کے جسم کی تروتازگی نہ صرف آپ کے مومن ہونے کی دلیل ہے بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ولی اللہ تھے کیونکہ کافروں کا جسم تو قبر میں تھوڑے عرصے کے بعد مٹی بن جاتا ہے اور فاسق مومن کا جسم بھی مٹی ہی ہوجاتا ہے اس لئے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان کی نمازِ جنازہ کسی وجہ سے نہیں پڑھی جاسکی تو تین دن تک اس کی قبر پر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے اس کے بعد نہیں۔ اس لئے کہ تین دن تک مردہ کا جسم صحیح حالت میں رہتا ہے اور تین دن گزرنے کے بعد مردہ کا جسم پھٹ جاتا ہے۔

اسلامی عقیدہ

انبیاء علیہم السلام کے اجسادِ مبارکہ مزارات میں صحیح سالم مع ارواح موجود ہوتے ہیں گویا ان کی حیات قبور میں حیاتِ حسی ہوتی ہے اور اولیاء کرام اور بعض اہل ایمان کے اجسام بھی قبور میں محفوظ ہوتے ہیں چنانچہ بارہا اس کا مشاہدہ ہوا اس کی تفصیل فقیر کی تصنیف ''اخبار القبور'' میں پڑھیے۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

۸ جمادی الآخر ۱۴۲۴ھ بروز شنبہ (منگل) قبل صلوٰۃ العصر